(668)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کے زید نے بکر کو بطور مضاربت ایک لاکھ روپے دیئے ہے بکر نے اس پر ایک پلاٹ خریدہ ہے جو کہ دو سال سے پڑھا ہوا ہے تو اسکی زکوٰۃ کی کیا حکم ہے زید کو ابھی تک کوئی پیسے وصول نہیں ہوئے مدلل جواب دیکر رہنمائی فرمائیں

المستفتی عبادالرحمن

[redacted]

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ زید نے بکر کو بطور مضاربت ایک لاکھ روپے دیے ہیں بکر نے اس پر ایک پلاٹ خریدا ہے جو کہ دو سال سے پڑا ہوا ہے تو اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے، زید کو ابھی تک کوئی پیسے وصول نہیں ہوئے۔

المستفتی: عبادالرحمن

[redacted]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں چونکہ پلاٹ تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہے اور وہ زید کی ملکیت ہے، لہذا اس پلاٹ پر زکوٰۃ اس طرح لازم ہوگی کہ پلاٹ کی اصل قیمت (جو کہ ایک لاکھ روپے ہے) کی زکوٰۃ زید کے ذمہ لازم ہوگی، چنانچہ اگر وہ پہلے سے صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ کا سال پورا ہونے پر اس رقم کو بھی بقیہ اموال کے ساتھ ملا کر مجموعے کی ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرے گا اور اگر وہ پہلے سے صاحب نصاب نہ ہو تو پلاٹ کی اس رقم پر چاند کی تاریخ کے حساب سے ایک سال پورا ہونے پر اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرے گا، جبکہ پلاٹ پر جو نفع ہوگا اس نفع کی زکوٰۃ زید اور بکر دونوں پر اپنے اپنے حصہ کے تناسب سے لازم ہوگی، بایں طور کہ اگر اس پلاٹ پر ایک لاکھ روپے نفع ہو اور نفع میں دونوں آدھے آدھے شریک ہوں تو پلاٹ کی مجموعی مالیت (جو کہ دولاکھ روپے بن گئی ہے) میں سے ڈیڑھ لاکھ کی زکوٰۃ زید پر اور پچاس ہزار کی زکوٰۃ بکر پر (اگر وہ صاحب نصاب بن رہا ہو) لازم ہوگی۔

کما فی المحیط البرهانی (2/245، مط: دار الكتب العلمية)

فنقول: الزكاة واجبة في عروض التجارة بظاهر قوله تعالى: {خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم إن صلوتك سكن لهم والله سميع عليم} (التوبة: 103) واسم المال يتناول عروض التجارة، لو خلينا وظاهر الآية لكنا نوجب الزكاة في العروض، وإن لم تكن للتجارة لكن ترك العمل بظاهره ههنا إذا لم تكن للتجارة بالإجماع، ولا إجماع فيما إذا كان للتجارة فتبقى على ظاهرها.

وفی الفقه الإسلامي وأدلته: (3/1865، مط: دار الفكر)

العروض جمع عَرَض (بفتحتين): حطام الدنيا، وبسكون الراء: هي ماعدا النقدين (الدراهم الفضية والدنانير الذهبية) من الأمتعة والعقارات وأنواع الحيوان والزروع والثياب ونحو ذلك مما أعد للتجارة. ويدخل فيها عند المالكية الحلي الذي اتخذ للتجارة. والعقار الذي يتجر فيه صاحبه بالبيع والشراء حكمه حكم المتاع التجارة، ويزكي زكاة عروض التجارة. أما

العقار الذي يسكنه صاحبه أو يكون مقراً لعمله كمحل للتجارة ومكان للصناعة، فلا زكاة فيه.

وفيه ايضاً(1908/3)

وإن مر الحربي المضارب بمال غيره بمئتي درهم على العاشر، لم يعشرها؛ لأنه ليس بمالك ولا نائب عن المالك في أداء الزكاة، إلا أن يكون في المال ربح يبلغ نصيبه نصابا، فيؤخذ منه؛ لأنه مالك له.

وفی الهداية(105/1،مط:دار احياء التراث)

"وكذا المضاربة" يعني إذا مر المضارب به على العاشر.

وكان أبو حنيفة رحمه الله يقول: أولا يعشرها لقوة حق المضارب حتى لا يملك رب المال نهيه عن التصرف فيه بعد ما صار عروضا فنزل منزلة المالك ثم رجع إلى ما ذكرنا في الكتاب وهو قولهما لأنه ليس بمالك ولا نائب عنه في أداء الزكاة إلا أن يكون في المال ربح يبلغ نصيبه نصابا فيؤخذ منه لأنه مالك له"

واللہ اعلم بالصواب

بندہ **محمد وسیم شجاع آبادی** عفااللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

10/رجب المرجب/1442ھ

23/فروری/2021ء

الجواب صحیح

بندہ محمد یونس علی عفا اللہ عنہ

۱۱/۷/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح

احسان اللہ عفا اللہ عنہ

۱۰/۷/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح

بندہ عبداللہ سلیم عفا اللہ عنہ

۱۰/۷/۱۴۴۲ھ

دار الافتاء

فتوی نمبر ۶۱/۱۷۳

مورخہ ۱۲/۷/۲۰۲۱

25220